بسم الله الرحمن الرحیم
نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

سوانح حیات امیر المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

امام المسلمین، قدوۃ الموحدین، امیر المحدثین حضرت امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے ان مایۂ ناز فرزندوں میں سے ہیں جن کا نام نامی اسلام اور قرآن کے ساتھ ساتھ دنیا میں زندہ رہے گا- احادیث رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانچ پڑتال، پھر ان کی جمع و ترتیب پر آپ کی مساعی جمیلہ کو آنے والی تمام مسلمان نسلیں خراج تحسین پیش کرتی رہیں گی- آپ کا ظہور پر سرور عین اس قرآنی پیش گوئی کے مطابق ہوا جو باری تعالیٰ نے سورہ جمعہ میں فرمائی تھی- وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ- (الجمعہ : ۳) یعنی زمانہ رسالت کے بعد کچھ اور لوگ بھی وجود میں آئیں گے جو علوم کتاب و حکمت کے حامل ہوں گے- حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یقیناً ان ہی پاک نفوس کے سر خیل ہیں- آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ آل فارس میں سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ اگر دینی علوم ثریا ستارے پر ہوں گے تو وہاں سے بھی وہ ان کو ڈھونڈ نکالیں گے-

مبارک ہے وہ فارسی خاندان جس میں حضرت امیر المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جنم لیا- اور آپ نے اپنی علمی کاوشوں سے رسالت مآب ﷺ کی پیشگوئی کو حرف بحرف صحیح کر کے دکھلا دیا- حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرتِ پاکیزہ اور حیاتِ طیبہ پر ان بارہ سو برسوں میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں سے آج بہت سی نایاب بھی ہو چکی ہیں اور بہت سی موجود بھی ہیں- عربی و فارسی کے علاوہ اردو میں بھی بہت کافی مواد موجود ہے- جس کی روشنی میں اگر مفصل قلم اٹھایا جائے تو ایک مستقل ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے چونکہ یہاں طوالت کا موقع نہیں ہے لہٰذا مختصر حالات زندگی ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں-

نام و نسب و پیدائش :

امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام بخاری کا نام نامی "محمد" اور کنیت ابو عبداللہ ہے- سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ بن بذذبہ الجعفی البخاری- حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بردزبہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ آتش پرست تھے- اس سے آپ کا فارسی النسل ہونا ظاہر ہے- حضرت امام بخاری کے پردادا مغیرہ نے یمان الجعفی حاکم بخارا کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور شہر بخارا ہی میں سکونت پذیر ہو گئے- اسی وجہ سے حضرت امام کو الجعفی البخاری کہا جاتا ہے-

آپ کے والد ماجد حضرت العلام مولانا اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکابر محدثین میں سے ہیں- کنیت ابو الحسن ہے- حضرت امام مالکؒ کے اخص تلامذہ میں سے ہیں- اور حضرت امام مالکؒ کے علاوہ حماد بن زیدؒ اور ابو معاویہؒ عبداللہ بن مبارکؒ وغیرہ سے آپ نے احادیث روایت کی ہیں- احمد بن حفصؒ، نصر بن حسینؒ وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں- اس قدر پاکباز، متدین، محتاط تھے خاص طور پر اکل حلال میں کہ آپ کے مال میں ایک درم بھی ایسا نہ تھا جسے مشکوک یا حرام قرار دیا جا سکے- ان کے شاگرد احمد بن حفص کا بیان ہے کہ میں حضرت مولانا اسماعیل کی وفات کے وقت حاضر تھا- اس وقت آپ نے فرمایا کہ میں اپنے کمائے ہوئے مال میں ایک درم بھی مشتبہ

چھوڑ کر نہیں جلا ہوں۔

امام بخاری قدس سرہ شہر بخارا میں بتاریخ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ نماز جمعہ کے بعد پیدا ہوئے۔ یہ فخر امت میں کم ہی لوگوں کو حاصل ہوا ہے کہ باپ بھی محدث ہو اور بیٹا بھی محدث بلکہ سید المحدثین۔ اللہ تعالیٰ نے یہ شرف حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو نصیب فرمایا۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو کریم ابن الکریم ابن الکریم کہا گیا ہے۔ حضرت امام بخاریؒ بھی محدث ابن المحدث قرار پائے۔ مگر صد افسوس کہ والد ماجد نے اپنے ہونہار فرزند کا علمی زمانہ نہیں دیکھا اور آپ کو بچپن ہی میں داغ مفارقت دے گئے۔ حضرت امامؒ کی تربیت کی پوری ذمہ داری والدہ محترمہ پر آگئی جو نہایت ہی خدا رسیدہ عبادت گزار شب بیدار خاتون تھیں۔ والدین کی علمی شان و دینداری کے پیش نظر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت امام کی تعلیم و تربیت کس انداز کے ساتھ ہوئی ہوگی۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فقد ربی فی حجر العلم حتی ربا و ارتضع ثدی الفضل فکان فطامه علی هذا اللبا۔ الخ آپ نے علم کی گود میں پرورش پائی۔ یہاں تک کہ آپ بڑھے اور علم کی پستان سے شیر پایا۔ اور اسی پر آپ کا فطام یعنی دودھ چھڑانے کا زمانہ ختم ہوا۔

اولین کرامت :

غنجار نے تاریخ بخارا میں اور لالکائی نے شرح السنہ باب کرامات الاولیاء میں نقل کیا ہے کہ بچپن میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بصارت جاتی رہی تھی۔ والدہ ماجدہ کے لئے اپنی بیوگی ہی کا صدمہ کم نہ تھا کہ اچانک یہ سانحہ پیش آیا۔ اطباء علاج سے عاجز آگئے۔ والدہ ماجدہ اپنے یتیم بچے کی اس حالت پر رات دن روتیں اور دعا کرتیں۔ آخر ایک رات بعد عشاء مصلی ہی پر روتے اور دعا کرتے ہوئے آپ کو نیند آگئی۔ خواب میں خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور بشارت دی کہ "تمہارے رونے اور دعا کرنے سے اللہ پاک نے تمہارے بچے کی بینائی درست کر دی ہے۔" صبح ہوئی تو فی الواقع آپ کی آنکھیں درست تھیں۔ بعد میں اللہ پاک نے آپ کو اس قدر روشنی عطا فرمائی کہ "تاریخ کبیر" کا پورا مسودہ آپ نے چاندنی راتوں میں تحریر فرمایا۔

تاج الدین سبکی نے طبقات کبریٰ میں لکھا ہے کہ دھوپ اور گرمی کی شدت میں حضرت امام نے طلب علم کے لئے سفر فرمایا تو دوبارہ آپ کی بینائی ختم ہو گئی۔ خراسان پہنچنے پر آپ نے کسی حکیم حاذق کے مشورہ سے سر کے بال صاف کرائے اور گل خطمی کا ضماد کیا۔ اس سے اللہ پاک نے آپ کو شفائے کامل عطا فرمائی۔ دس سال کی عمر تھی کہ آپ مکتبی تعلیم سے فارغ ہو گئے۔ اور اسی ننھی عمر سے ہی آپ کو احادیث نبوی یاد کرنے کا شوق دامن گیر ہو گیا اور آپ مختلف حلقہ ہائے درس میں شرکت فرمانے لگے۔

ستر ہزار احادیث نبوی کا حافظ ایک ہونہار نوجوان :

ان دنوں شہر بخارا میں علوم قرآن و حدیث کے بہت سے مراکز تھے جہاں قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ حضرت امام ان مراکز سے استفادہ فرمانے لگے۔ ایک دن محدث بخارا حضرت امام داخلی رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں شریک تھے کہ امام داخلی نے ایک حدیث کی سند بیان کرتے وقت سفیان عن ابی الزبیر عن ابراهیم فرمادیا۔ امام بخاری بولے کہ حضرت یہ سند اس طرح نہیں ہے کیونکہ ابوالزبیر نے ابراہیم سے روایت نہیں کی ہے۔ ایک نوعمر شاگرد کی اس گرفت سے محدث بخارا چونک پڑے اور خفگی کے لہجے میں آپ سے مخاطب ہوئے۔ آپ نے استاد محترم کا پورا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے بڑی آہستگی سے فرمایا کہ اگر آپ کے پاس اصل کتاب ہو تو اس کی طرف مراجعت فرمائیے۔ علامہ نے گھر جا کر اصل کتاب کو ملاحظہ فرمایا تو امام بخاری کی گرفت کو تسلیم فرما لیا۔ اور واپسی پر منصف مزاج استاد نے اس سند کی تصحیح کے بارے میں آپ سے سوال کیا۔ امام بخاری نے برجستہ جواب دیا کہ صحیح سند یوں ہے سفیان عن الزبیر وهو ابن عدی عن ابراهیم۔ اس وقت حضرت امام کی عمر صرف گیارہ سال کی تھی۔ سچ ہے ۔

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

ان ہی ایام میں آپ نے بخارا کے اٹھارہ محدثین سے فیوض حاصل کرتے ہوئے بیشتر ذخیرہ احادیث محفوظ فرمالیا تھا۔ امام وکیع اور امام عبداللہ بن مبارک کی کتابیں آپ کو برنوک زبان یاد تھیں۔ علامہ داخلی کے ساتھ واقعہ مذکورہ سے بخارا کے ہر علمی مرکز میں آپ کا چرچا ہونے لگا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بڑے بڑے اساتذہ کرام آپ کے حفظ و ذہانت کے قائل ہونے لگے۔ علامہ بیکندی علیہ الرحمۃ جو ایک مشہور محدث بخارا ہیں' فرمایا کرتے تھے کہ میرے حلقہ درس میں جب بھی محمد بن اسماعیل آجاتے ہیں مجھ پر عالم تحیر طاری ہو جاتا ہے۔ ایک دن ان علامہ کی خدمت میں ایک بزرگ سلیم بن مجاہد حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ اگر تم ذرا پہلے آجاتے تو ایک ایسا ہونہار نوجوان دیکھتے جسے ستر ہزار حدیثیں حفظ ہیں۔ سلیم بن مجاہد یہ سن کر حیرت زدہ ہوگئے۔ اور حضرت امام کی ملاقات کے اشتیاق میں نکلے۔ ملاقات ہوئی تو حضرت امام نے فرمایا کہ نہ صرف ستر ہزار بلکہ ان سے بھی زائد احادیث مجھے یاد ہیں۔ بلکہ سلسلہ سند' حالات رجال سے جیسا بھی سوال کریں گے جواب دوں گا حتی کہ اقوال صحابہ و تابعین کے بارے میں بھی بتلا سکتا ہوں کہ وہ کن کن آیات قرآنی و احادیث نبوی سے ماخوذ ہیں۔ (مقدمہ فتح الباری)

یہ سب اسی زمانے کی باتیں ہیں کہ ابھی آپ اپنے وطن مالوف بخارا ہی میں سکونت پذیر تھے۔ علامہ بیکندی فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت محمد بن اسماعیل حفظ و ذہانت کے اعتبار سے لاثانی شخصیت کے مالک ہیں

طلب حدیث کے لئے بلاد اسلامیہ کی رحلت:

لفظ رحلت کے لغوی معنی کوچ کرنے کے ہیں مگر اصطلاح محدثین میں یہ لفظ اس سفر کے لئے اصطلاح بن گیا ہے جو حدیث یا حدیث کی کسی سند عالی کے لئے کیا جائے۔ صحابہ و تابعین ہی کے بابرکت زمانوں سے اکابر امت میں یہ شوق پیدا ہو گیا تھا کہ وہ علوم کی تحصیل کے لئے دور دور تک کا سفر کرنے لگے۔ قرآن مجید میں باری تعالیٰ کا ارشاد تھا کہ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ الآیۃ (التوبہ ۱۲۲) مسلمانوں کا ایک گروہ ضرور دینی علوم کی تحصیل و فقاہت کے لئے گھر سے باہر نکلنا چاہئے۔ اسی کی تکمیل کے لئے محدثین کرام رحمہم اللہ اجمعین کمربستہ ہوئے اور انہوں نے اس پاکیزہ مقصد کے لئے ایسے ایسے کٹھن سفر اختیار کئے کہ وہ دنیا کی تاریخ میں بے مثال بن گئے۔

سید المحدثین امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی عمر شریف کے سولہویں سال ۲۱۰ھ میں اپنی والدۂ محترمہ اور محترم بھائی احمد کے ساتھ سفر حج پر روانہ ہوئے اور مکۃ المکرمہ پہنچے۔ آپ نے اس مرکز اسلام میں بڑے بڑے علمائے کرام و محدثین عظام سے ملاقات فرمائی۔ اور حج کے بعد والدۂ محترم کی اجازت سے تحصیل علوم حدیث کے لئے مکہ ہی میں سکونت اختیار کی۔ اس وقت مکہ شریف کے ارباب علم و فضل میں عبداللہ بن یزید' ابو بکر عبداللہ بن الزبیر' ابوالولید احمد بن الازرقی اور علامہ حمیدی وغیرہ ممتاز شخصیتوں کے مالک تھے۔ آپ نے پورے دو سال مکۃ المکرمہ میں رہ کر ظاہری و باطنی کمالات ں حاصل فرمائے اور ۲۱۲ھ میں مدینۃ المنورہ کا سفر اختیار فرمایا اور وہاں کے مشاہیر محدثین کرام مطرف بن عبداللہ' ابراہیم بن منذر' ابو ثابت محمد بن عبیداللہ' ابراہیم بن حمزہ وغیرہ وغیرہ بزرگوں سے اکتساب فیض فرمایا۔ بلاد حجاز میں آپ کی اقامت چھ سال رہی۔ پھر آپ نے بصرہ کا رخ فرمایا۔ اس کے بعد کوفہ کا قصد کیا۔ حضرت وراق بخاری نے کوفہ اور بغداد کے بارے میں آپ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ لا احصی کم دخلت الی الکوفۃ و بغداد مع المحدثین۔ میں شمار نہیں کر سکتا کہ کوفہ اور بغداد میں محدثین کے ہمراہ کتنی مرتبہ داخل ہوا ہوں۔

بغداد چونکہ عباسی حکومت کا پایۂ تخت رہا ہے' اس لئے وہ علوم و فنون کا مرکز بن گیا تھا۔ بڑے بڑے اکابر عصر بغداد میں جمع تھے۔ اسی لئے امام رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار بغداد کا سفر فرمایا۔ وہاں کے مشائخ حدیث میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی

خصوصیت سے قابل ذکر ہے آٹھویں مرتبہ جب حضرت امام بخاریؒ بغداد سے آخری سفر کرنے لگے تو حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے پر درد لہجے میں فرمایا-اتترك الناس والعصر والعلم وتصير الى خراسان کیا آپ لوگوں کو اور بغداد کے اس زمانہ کو اور یہاں کے علوم وفنون کے مراکز کو چھوڑ کر خراسان چلے جائیں گے؟ بخارا کے ابتلائی دور میں جب کہ وہاں کا حاکم آپ سے ناراض ہو گیا تھا، آپ حضرت امام احمدؒ کے اس مقولہ کو بہت یاد فرمایا کرتے تھے-

امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں کہ جب میری عمر ۱۸ سال کی تھی تو میں نے کتاب قضایائے صحابہ و تابعین نامی تصنیف کی، پھر میں نے مدینہ منورہ میں روضہ منورہ کے پاس بیٹھ کر تاریخ تصنیف کی جسے میں چاندنی راتوں میں لکھا کرتا تھا- پھر میں نے شام اور مصر اور جزیرہ اور بغداد و بصرہ کا سفر کیا- حاشد بن اسماعیل آپ کے ہم عصر کہتے ہیں کہ آپ بصرہ میں ہمارے ساتھ حاضر درس ہوا کرتے تھے- محض سماعت فرماتے اور کچھ نہ لکھتے- آخر سولہ دن اسی طرح گزر گئے ایک دن میں نے آپ کو نہ لکھنے پر ملامت کی تو آپ بولے کہ اس عرصہ میں جو کچھ تم نے لکھا ہے اسے حاضر کرو اور مجھ سے ان سب کو بر زبان سن لو- چنانچہ پندرہ ہزار احادیث سے زیادہ تھیں جن کو امام بخاری نے صرف اپنی یادداشت سے اس اہتمام سے سنایا کہ بہت سے مقامات پر ہم کو اپنی کتابت میں تصحیح کرنے کا موقعہ ملا-

ابو بکر بن ابی عتاب ایک بزرگ محدث فرماتے ہیں کہ ہم سے امام بخاری نے حدیث لکھی اور اس وقت تک ان کی داڑھی مونچھ کے بال نہیں نکلے تھے- حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ محمد بن یوسف فریابی نے ۲۱۲ھ میں انتقال فرمایا اس وقت امام بخاری کا سن اٹھارہ برس یا کم تھا- محمد بن ازہر سختیانی نے کہا کہ میں سلمان بن حرب کی مجلس میں تھا اور امام بخاری ہمارے شریک درس تھے مگر احادیث کو قلمبند نہیں کرتے تھے- لوگوں نے اس پر استعجاب کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ بخارا جا کر اپنی یاد سے ان سب احادیث کو ضبط کر لیں گے-

حضرت امام بخاریؒ کے سفر کے سلسلہ میں مرو، بلخ، ہرات، نیشاپور، رے وغیرہ بہت سے دور دراز شہروں کے نام آئے ہیں- آپ نے طلب حدیث کے لئے تقریباً تمام ہی اسلامی ممالک کا سفر فرمایا- جعفر بن محمد بن خطان کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے ایک ہزار سے زائد اساتذہ سے احادیث سنی ہیں- اور میرے پاس جس قدر بھی احادیث ہیں ان کی سندیں اور رواۃ کے جمیع احوال مجھے محفوظ ہیں-

یوسف بن موسیٰ مروزی کہتے ہیں کہ میں بصرہ کی جامع مسجد میں تھا کہ حضرت امام المحدثین کی تشریف آوری کا اعلان کیا گیا- لوگ جوق در جوق آپ کے لائق شان استقبال کو جانے لگے جن میں میں بھی شامل ہوا- اس وقت حضرت امام بخاری عالم شباب میں تھے- بے حد حسین، سیاہ ریش- آپ نے پہلے مسجد میں نماز ادا فرمائی پھر لوگوں نے ان کو درس حدیث کے لئے گھیر لیا- آپ نے دوسرے روز کے لئے یہ درخواست منظور فرمائی- چنانچہ دوسرے دن بصرہ کے محدثین وحفاظ جمع ہوئے- آپ نے فرمایا کہ بصرہ والو! آج کی مجلس میں تم کو اہل بصرہ ہی کی روایت پیش کروں گا جو تمہارے ہاں نہیں ہیں- پھر آپ نے اس حدیث کا املاء کرادیا- حدثنا عبدالله بن عثمان بن جبلة بن ابی رواد العقلی ببلدكم قال حدثنی ابی عن شعبة عن منصور وغيره عن سالم بن ابی الجعد عن انس بن مالك ان اعرابيا جآء الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله الرجل يحب القوم...... الحديث حدیث املاء کرا کر ارشاد فرمایا کہ اے اہل بصرہ یہ حدیث تمہارے پاس منصور کے واسطہ سے نہیں ہے- اور اسی شان کے ساتھ آپ نے گھنٹوں اس مجلس کو بہت سی احادیث املاء کرائیں-

آپ کی قوت حافظہ سے متعلق بہت سے واقعات مورخین نے نقل کئے ہیں- جن کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو سکتی ہے- و فيه كفاية لمن له دراية-

خانگی پاکیزہ زندگی' اخلاص واتباع سنت :

سید المحدثین امام المتقین فدائے سنن سید المرسلین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے والد ماجد مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے ترکہ سے کافی دولت حاصل ہوئی تھی- آپ نے اس پاکیزہ مال کو بصورت مضاربت تجارت میں لگادیا تھا- تاکہ خود تجارتی جھمیلوں سے آزاد رہ کر بہ سکون قلب خدمت حدیث نبوی علیہ فداہ ابی وامی کر سکیں-

(مضاربت کی صورت یہ کہ کسی شخص کو سرمایہ برائے تجارت اس شرط پر دے دیا جائے کہ نفع و نقصان میں ہر دو فریق شریک رہیں گے -ایک فریق کا سرمایہ ہوگا' دوسرے کی محنت ہوگی)

اللہ پاک نے اس تجارت کے ذریعہ آپ کو فارغ البالی عطا فرمائی تھی- باوجود اس کے ایام طالب علمی میں آپ نے بے انتہا ☐ برداشت کیں -اور کسی مرحلہ پر بھی صبر و شکر کو ہاتھ سے نہ جانے دیا- وراق بخاری کے بیان کے مطابق ایک دفعہ حضرت امام اپنے استاد آدم بن ابی ایاس کے پاس طلب حدیث کے لئے تشریف لے گئے مگر توشہ ختم ہوگیا-اور سفر میں تین دن متواتر گھاس اور پتوں پر گزارہ کیا- آخر ایک اجنبی انسان ملا-اور اس نے ایک تھیلی دی جس میں دینار تھے-

حفص بن عمر الاشقر آپ کے بصرہ کے ہم سبق بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کئی روز تک شریک درس نہ ہوئے- ☐ کے بعد معلوم ہوا کہ خرچ ختم ہوگیا تھا-اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ آپ کو بدن کے کپڑے بھی فروخت کرنے پڑگئے- چنانچہ ہم نے آپ کے لئے امدادی چندہ کر کے کپڑے تیار کرائے تب آپ درس میں حاضر ہوئے-

ابوالحسن یوسف بن ابی ذر بخاری کہتے ہیں کہ اسی فقر کیشی کی وجہ سے ایک دفعہ حضرت امام علیل ہوگئے- طبیبوں نے آپ کا قارورہ دیکھ کر فیصلہ کیا کہ یہ قارورہ ایسے درویشوں کے قارورے سے مشابہت رکھتا ہے جو روٹیوں کے ساتھ سالن کا استعمال نہیں کرتے-جو صرف سوکھی روٹیاں کھا کر گزارہ کیا کرتے ہیں- دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ چالیس سال سے آپ کا یہی عمل ہے کہ صرف سوکھی روٹی کھا کر گزارہ کرتے رہے ہیں- عرض کیا گیا کہ اطباء نے آپ کے علاج میں سالن کھانا تجویز کیا ہے- آپ نے یہ سن کر علاج سے انکار کردیا-جب آپ کے شیوخ نے بہت مجبور کیا تو روٹیوں کے ساتھ شکر کھانی منظور فرمائی-

ابوحفص نامی بزرگ آپ کے والد ماجد کے خاص تلامذہ میں سے ہیں-انہوں نے ایک دفعہ کچھ مال آپ کی خدمت میں پیش کیا- اتفاق حسنہ کہ شام کو بعض تاجروں نے اسی مال پر پانچ ہزار منافع دے کر اسے خریدنا چاہا- آپ نے فرمایا کہ صبح بات پختہ کروں گا- صبح ہوئی تو دوسرے تاجر پہنچے اور انہوں نے دس ہزار منافع دے کر وہ مال خریدنا چاہا- آپ نے فرمایا کہ میں نے شام کو آنے والے اور صرف ۵ ہزار دینے والے تاجر کو یہ مال دے دینے کی نیت کرلی تھی-اب میں اپنی نیت کو توڑنا پسند نہیں کرتا- چنانچہ آپ نے دس ہزار کے نفع کو چھوڑ دیا اور پہلے تاجر ہی کے مال حوالہ فرمادیا-

مزاج میں انتہا درجہ کی رحمدلی اور نرمی اللہ نے بخشی تھی-ایک دفعہ آپ کا ایک مضارب (شریک تجارت' پارٹنر) آپ کے ۲۵ ہزار درہم دبا بیٹھا- آپ کے بعض شاگردوں (محمد بن ابی حاتم وغیرہ) نے کہا کہ وہ قرضدار شہر آمل میں آگیا ہے اب اس سے روپیہ وصول کرنے میں آسانی ہوگی- آپ نے فرمایا کہ میں قرض دار کو پریشانی میں ڈالنا نہیں چاہتا- قرض دار خوف سے خوارزم چلا گیا- آپ سے کہا گیا کہ گورنر کی طرف سے ایک خط حاکم خوارزم کو لکھوا کر اسے گرفتار کرادیجئے- آپ نے فرمایا کہ میں حکومت سے ایک خط کے لئے طمع کروں گا اس کے عوض حکومت کل میرے دین میں طمع کرے گی میں یہ بوجھ برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں-بالآخر امام نے مقروض سے اس بات پر مصالحت کرلی کہ وہ ہر ماہ ایک مخصوص رقم حضرت کو ادا کیا کرے گا لیکن وہ تمام روپیہ ضائع ہوگیا اور وہ امام کا ایک پیسہ بھی نہ واپس کرسکا- مگر آپ نے حلم و عفو کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا- سچ ہے ؎

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ

امام کرمانی کا بیان ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کئی کئی دن مسلسل بغیر کھائے پئے گزار دیا کرتے تھے - اور کبھی صرف دو تین بادام کھا لینا ہی ان کے لئے کافی ہو جاتا تھا - لیکن اس کے ساتھ وہ بہت ہی سخی اور غرباء نواز و مساکین دوست انسان تھے - اپنی تجارت سے حاصل شدہ نفع طلبہ و محدثین پر صرف فرما دیتے تھے - ہر ماہ فقراء و مساکین و طلبہ و محدثین کے لئے پانچ سو درہم تقسیم فرمایا کرتے تھے - بے نفسی کا یہ عالم کہ ایک دفعہ آپ کی ایک لونڈی گھر میں اس طرف سے گزری جہاں آپ کاغذ، دوات، قلم وغیرہ رکھا کرتے تھے - اس باندی کی ٹھوکر سے آپ کی دوات کی ساری روشنائی فرش پر پھیل گئی - حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حرکت پر باندی کو ٹوکا تو اس نے جواب دیا کہ جب کسی جانب راستہ ہی نہ ہو تو کیا کیا جائے - حضرت امام اس نامعقول جواب سے برانگیختہ نہیں ہوئے بلکہ ہاتھ دراز کر کے فرمایا کہ جاؤ میں نے تم کو آزاد کر دیا - اس پر آپ سے پوچھا گیا کہ اس نے تو ناراضگی کا کام کیا تھا آپ نے اسے آزاد کیوں فرما دیا - آپ نے کہا اس کے اس کام سے میں نے اپنے نفس کی اصلاح کر لی اور اسی خوشی میں اسے پروانۂ آزادی دے دیا -

ایک مرتبہ آپ نے ابو معشر ایک نابینا بزرگ سے فرمایا کہ اے ابو معشر تم مجھے معاف کر دو - انہوں نے حیرت و استعجاب کے ساتھ کہا کہ حضرت یہ معافی کس بات کی ہے ؟ آپ نے بتلایا کہ آپ ایک مرتبہ حدیث بیان کرتے ہوئے فرط مسرت میں انوکھے انداز سے اپنے سر اور ہاتھوں کو حرکت دے رہے تھے - جس پر مجھ کو ہنسی آ گئی - میں آپ کی شان میں اسی گستاخی کے لئے آپ سے معافی کا طلبگار ہوں - ابو معشر نے جواب میں عرض کیا کہ اے حضرت امام آپ سے کسی قسم کی باز پرس نہیں ہے -

خالد بن احمد ذہلی حاکم بخارا نے ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ آپ دربار شاہی میں تشریف لا کر مجھے اور میرے شہزادوں کو صحیح بخاری اور تاریخ کا درس دیا کریں - آپ نے قاصد کی زبانی کہلا بھیجا کہ میں آپ کے دربار میں آ کر شاہی خوشامدیوں کی فہرست میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا اور نہ مجھے علم کی بے قدری گوارا ہے - حاکم نے دوبارہ کہلوایا کہ پھر شاہزادوں کے لئے کوئی وقت مخصوص فرما دیں - امام نے اس پر جواب دیا کہ میراث نبوت میں کسی امیر غریب کا امتیاز نہیں ہے - اس لئے میں اس سے بھی معذور ہوں - اگر حاکم بخارا کو میرا یہ جواب ناگوار خاطر ہو تو جبراً میرا درس حدیث روک سکتے ہیں تاکہ میں خداوند قدوس کے دربار میں عذر خواہی کر سکوں - ان جوابات سے حاکم بخارا سخت برہم ہوئے اور اس نے حضرت امام کو بخارا سے نکالنے کی سازش کی -

عبادت میں آپ کا استغراق اس درجہ تھا کہ امام کو ایک باغ میں مدعو کیا گیا - جب امام ظہر کی نماز سے فارغ ہو گئے تو نوافل کی نیت باندھ لی - نماز سے فراغت کے بعد قمیص کا دامن اٹھا کر کسی سے فرمایا کہ دیکھنا قمیص میں کوئی موذی جانور محسوس ہو رہا ہے - دیکھا گیا تو ایک زنبور نے سترہ جگہ ڈنک لگائے تھے - اور جسم کے نیش زدہ حصوں پر ورم آ رہا تھا - کہا گیا کہ آپ نے پہلی ہی بار کیوں نہ نماز چھوڑ دی - امام نے فرمایا کہ میں نے ایک ایسی سورۃ شروع کر رکھی تھی کہ درمیان میں اس کا قطع کرنا گوارا نہ ہوا -

آخر رات میں تیرہ رکعتوں کا آپ ہمیشہ سفر و حضر میں معمول رکھتے تھے - اسوۂ حسنہ کی پیروی میں تہجد کی نماز کبھی ترک نہ فرماتے - رمضان شریف میں نماز تراویح سے فارغ ہو کر نصف شب سے لے کر سحر تک خلوت میں تلاوت قرآن پاک فرماتے اور ہر تیسرے دن ایک قرآن کریم ختم فرما دیتے اور دعا کرتے اور فرماتے کہ ہر ختم پر ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے -

اتباعِ سنت کا اس قدر جذبہ تھا کہ خالص اسوۂ حسنہ کے پیش نظر تیر اندازی کی مشق فرمائی - اس قدر کہ آپ کا نشانہ کبھی چوکتا نہیں دیکھا گیا - ایک دفعہ آپ کا تیر ایک پل کی میخ پر جا لگا جس سے پل کا نقصان ہو گیا - آپ نے پل کے مالک سے درخواست کی کہ یا تو پل کی مرمت کے لئے اجازت دی جائے یا اس کا تاوان لے لیا جائے تاکہ ہماری غلطی کی تلافی ہو سکے - پل کے مالک حمید بن الاخضر نے جواب میں آپ کو بہت بہت سلام کہلا بھیجا اور کہا کہ آپ بہر حال صورت بے قصور ہیں - میری تمام دولت آپ پر قربان ہے - پیغام پہنچنے پر

آپ نے ۵ سو احادیث بیان فرمائی اور تین سو دراہم بطور صدقہ فقراء و مساکین میں تقسیم فرمائے۔(مقدمہ فتح الباری)

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاریؒ بغداد میں :

عباسی حکومت کا پایہ تخت بغداد کبھی دنیائے اسلام کا مرکز اور اسلامی علوم و فنون کا بیش بہا مخزن رہ چکا ہے۔ یہی حضرت سید المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت و علمی قبولیت کا زمانہ ہے۔ متکلمین و محدثین و فقہاء و مفسرین اطراف عالم سے سمٹ سمٹ کر بغداد میں جمع ہو چکے تھے۔اس دور میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں تشریف لائے۔ پورا بغداد آپ کی شہرت سے گونج اٹھا۔ ہر مسجد ہر مدرسہ ہر خانقاہ میں آپ کے ذہن و حفظ و ذہانت و مہارت حدیث کا چرچا ہونے لگا۔ آخر دار الخلافہ کے بعض محدثین نے آپ کے امتحان کی ایک ترکیب سوچی وہ یہ کہ سو احادیث نبوی میں سے ہر حدیث کی سند دوسری حدیث کے متن میں ملا دی اور ان کو دس آدمیوں پر برابر تقسیم کر دیا اور مقررہ تاریخ پر مجمع عام میں آپ کے امتحان کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ مقررہ وقت پر سارا شہر امنڈ آیا۔ان دس آدمیوں نے نمبروار اختلاط کی ہوئی احادیث امام صاحب کے سامنے پڑھنی شروع کیں۔اور آپ سے استصواب چاہا۔ مگر آپ ہر شخص اور ہر حدیث کے بارے میں یہی فرماتے رہے کہ لا اعرفہ (میں اس حدیث کو نہیں جانتا) اس طرح جب سو احادیث ختم ہو چکیں تو لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں۔کسی کا خیال تھا کہ امام حقیقت حال کو پہچان چکے ہیں۔اور کسی کا خیال تھا کہ آپ نے محدثین بغداد کے سامنے سپر ڈال دی ہے۔

امام المحدثین اسی وقت کھڑے ہو کر پہلے سائل کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔اما حدیثك الاول فبهذا الاسناد خطاء و صوابه كذا یعنی تم نے پہلی حدیث جس سند سے بیان کی تھی وہ غلط تھی اس کی اصل سند یہ ہے۔اسی طرح آپ نے دسوں اشخاص کی سنائی سو احادیث کو بالکل صحیح درست کر کے بہ ترتیب سوالات پڑھ کر سنا دیا۔ اس خداداد حافظہ و مہارت فن حدیث کو دیکھ کر اہل بغداد حیرت زدہ ہو گئے۔اور بالاتفاق تسلیم کر لیا گیا کہ فن حدیث میں عصر حاضر میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

علم الاسناد میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مہارت تامہ :

مشہور مقولہ ہے الاسناد من الدين ولو لا الاسناد لقال من شآء ماشآء یعنی اسناد کا علم بھی دینی علوم میں داخل ہے۔اگر اسناد نہ ہوتی تو جو شخص جو کچھ چاہتا کہہ ڈالتا۔اسی لئے محدث کامل کے لئے ضروری ہے کہ وہ متون احادیث کے ساتھ تمام رواۃ حدیث کے بارے میں ان کی پیدائش اور وفات کے اوقات کی خبر رکھتا ہو۔ان کے باہمی ملاقات کے سنین یاد ہوں۔ان کے القاب اور کنیتیں یاد ہوں۔اور جملہ راویوں کے الفاظ حدیث بھی پوری طرح ضبط ہوں۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس فن میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

حافظ احمد بن حمدون کا بیان ہے کہ میں عثمان بن ابو سعید بن مروان کے جنازہ میں حاضر ہوا۔امام بخاری بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔اس موقعہ پر امام محمد بن یحییٰ ذہلی نے امام بخاری سے اسمائے رواۃ اور علل احادیث کے سلسلہ میں کچھ پوچھا۔امام بخاری نے اس قدر برجستگی سے جوابات عنایت فرمائے جیسے کوئی قل هو الله احد تلاوت کرتا ہو۔

اصطلاح حدیث میں علت قادحہ اس پوشیدہ سبب کا نام ہے جس سے حدیث کی صحت مشکوک اور مجروح ہو جاتی ہے۔ علم حدیث میں کمال حاصل کرنے کے لئے صرف یہی ایک چیز ایسی اہم ہے جس کے لئے بے پناہ قوت حافظہ، ذہن رسا اور نقد و انتقاد کی کامل مہارت درکار ہے۔حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو باری تعالیٰ نے ان جملہ علوم میں مہارت تامہ عطا فرمائی تھی۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نیشاپور میں مقیم تھے۔اس زمانہ کا واقعہ ابو احمد اعمش بیان کرتے ہیں کہ میں امام بخاری کی مجلس میں حاضر ہوا۔امام مسلم تشریف لائے۔اور ایک معلق حدیث کا درمیانی حصہ سنا کر پوچھا کہ یہ حدیث آپ کے پاس ہو تو [illegible] دیجئے۔حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ عبيدالله بن عمر عن ابى الزبير عن جابر قال بعثنا رسول الله صلى الله عليه [illegible]

و معنا ابو عبیدۃ الحدیث- امام بخاریؒ نے اسی وقت حدیث کو متصل السند پڑھ کر سنادیا کہ حدثنا ابن ابی اویس قال حدثنی اخی عن سلیمان بن بلال عن عبیداللہ الی اخر الحدیث-

اسی مجلس کا قصہ ہے کہ کسی نے یہ حدیث مع سند پڑھی-حجاج بن محمد عن- بن جریج عن موسی بن عقبۃ عن سھیل ابن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم **کفارۃ المجلس اذا قام العبد ان یقول سبحنك اللھم و بحمدك استغفرك و اتوب الیك**- سن کر امام مسلم بولے کہ اس حدیث کی اس سے اونچی سند ساری دنیا میں نہیں ہے-امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے مگر اس کی سند معلول ہے-یہ سن کر امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حیرت میں رہ گئے اور فرمانے لگے کہ علت سے آگاہی فرمایئے-حضرت امام نے فرمایا کہ رہنے دیجئے جس پر اللہ نے پردہ ڈال رکھا ہے- آپ کو بھی اس پر پردہ ڈالنا چاہیے- مگر امام مسلم نے اصرار فرمایا تو آپ نے فرمایا-اچھا سنو غیر معلول سلسلہ سندیوں ہے-حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل حدثنا وھیب حدثنا موسی بن عقبۃ عن عون بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **کفارۃ المجلس**--- اذا الحدیث-حدیث کی علت کے سلسلہ میں حضرت امام نے بتلایا کہ موسیٰ بن عقبہ کی کوئی حدیث سہیل سے مرفوع نہیں ہے-پھر اس کے لئے حضرت امام نے ثبوت پیش فرمایا- جسے سب حاضرین مجلس علمائے حدیث نے تسلیم کیا-(فتح الباری)

جرح وانتقاد کے لئے قرآنی ہدایت :

محدثین کرام نے رواۃ حدیث کی جرح وانتقاد کا طریقہ قرآن مجید کی آیت کریمہ یا ایھا الذین امنوا اذا جآء کم فاسق بنبا فتبینوا (اے ایمان والو!اگر تمہارے پاس کوئی فاسق انسان کچھ خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو-)اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل ہی سے اخذ کیا تھا- کیونکہ ایک گروہ حدیث گھڑنے والوں کا پیدا ہو چکا تھا- عبدالکریم وضاع مشہور ہے جس نے چار ہزار احادیث وضع کیں- اور خوارج اور روافض میں موضوعات کا ایک انبار موجود ہو رہا تھا-ان حالات میں جرح انتقاد کا دائرہ وسیع تر ہوتا چلا گیا-ایسی جرح و تعدیل وہ غیبت نہیں ہے جس کے لئے قرآن مجید نے منع کیا ہے-اس حقیقت باہرہ کے باوجود حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے ہیں اور عام اصطلاح محدثین کی طرح وضاع کذاب کے الفاظ کی جگہ "المتروک" منکر الحدیث وغیرہ کے الفاظ استعمال فرماتے ہیں-اسی لئے آپ کا ارشاد ہے کل من قلت فیہ منکر الحدیث لا یحل الروایۃ عنہ- یعنی جس راوی کے متعلق میں لفظ منکر الحدیث استعمال کر دوں اس سے روایت کرنا حلال نہیں ہے-یہ سب احتیاط اس لئے کہ آپ خواہ مخواہ کسی مسلمان کی غیبت کے گناہ میں ملوث نہ ہو جائیں- آپ فرماتے ہیں کہ غیبت کے بارے میں قیامت کے دن مجھ سے کوئی داد خواہ نہ ہو سکے گا- آپ کے ایک شاگرد نے کہا کہ آپ کی تاریخ کے بارے میں لوگ غیبت کا الزام لگاتے ہیں- فرمایا کہ تاریخ میں ہم نے صرف متقدمین کے اقوال نقل کئے ہیں-ہم نے اپنی طرف سے اس میں کچھ نہیں لکھا ہے-

امام بخاری قدس سرہ کی بے نظیر ثقاہت :

علامہ عجلونی نے آپ کی ثقاہت کے بارے میں یہ عجیب واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ دریا کا سفر کر رہے تھے اور آپ کے پاس ایک ہزار اشرفیاں تھیں-ایک رفیق سفر نے عقیدت مندانہ راہ ورسم بڑھا کر اپنا اعتماد قائم کر لیا-حضرت امام نے اپنی اشرفیوں کی اسے اطلاع دے دی-ایک روز آپ کا یہ رفیق سو کر اٹھا تو اس نے بآواز بلند رونا شروع کر دیا-اور کہنے لگا کہ میری ایک ہزار اشرفیاں گم ہو گئی ہیں- چنانچہ تمام مسافروں کی تلاشی شروع ہوئی-حضرت امام نے یہ دیکھ کر کہ اشرفیاں میرے پاس ہیں اور وہ ایک ہزار ہیں- تلاشی میں ضرور مجھ پر چوری کا الزام لگایا جائے گا-اور یہی اس کا مقصد تھا-امام نے یہ دیکھ کر وہ تھیلی سمندر کے حوالہ کر دی-امام کی بھی تلاشی لی گئی- مگر وہ اشرفیاں ہاتھ نہ آئیں اور جہاز والوں نے خود اسی مکار رفیق کو ملامت کی- سفر ختم ہونے پر اس نے حضرت امام سے اشرفیوں

کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ان کو سمندر میں ڈال دیا-وہ بولا کہ اتنی بڑی رقم کا نقصان آپ نے کیسے برداشت فرمالیا- آپ نے جواب دیا کہ جس دولت ثقاہت کو میں نے تمام عمر عزیز گنوا کر حاصل کیا ہے-اور میری ثقاہت جو تمام دنیا میں مشہور ہے کیا میں اس کو چوری کا اشتباہ اپنے اوپر لے کر ضائع کر دیتا- اور ان اشرفیوں کے عوض اپنی دیانت و امانت و ثقاہت کا سودا کر لیتا میرے لئے ہر گز یہ مناسب نہ تھا-

حد درجہ قابل صد افسوس :

یہ اس امام الائمہ کے پاکیزہ حالات ہیں جن پر امت اسلام تا قیامت فخر کرتی رہے گی- مگر دوسری طرف یہ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ آج بہت سے تقلید جامد کے فدائی علماء حضرت امام المحدثین کی ثقاہت کو مجروح کرنے کے لئے ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں-انوار الباری کا مقدمہ اور ساری کتاب جو صحیح بخاری کا ترجمہ و شرح کے نام سے وجود میں لائی گئی ہے پڑھ جایئے-ایک سادہ لوح انسان صحیح بخاری اور حضرت امام بخاری قدس سرہ کے بارے میں بہت ہی غلط تاثرات لے سکتا ہے- صاحب انوار الباری نے یہ ساری کاوش اپنے مسلک کی حمایت میں کی ہے- مگر یہ مسلک کی تعمیری خدمت نہیں ہے-اگر جوابی سلسلہ در سلسلہ چل پڑا تو کتب تواریخ و رجال کی روشنی میں وہ تفصیلات پبلک میں لائی جا سکیں گی جن سے آج کل کے نوجوانانِ اسلام کی آنکھیں کھل جائیں گی اور وہ اسلاف امت کے متعلق آزادانہ قیاس آرائیاں شروع کر کے بہت ہی خطرناک راستے پر جا سکیں گے-امت کی ہزار سالہ باہمی فقہی چپقلش کو تازہ کر کے پھر اس کے لئے راستہ کھولنا آج کے حالات کے تحت کسی طرح بھی مناسب نہ تھا- مگر صد افسوس کہ تقلید جامد کے شیدائی شاید پھر ان بوسیدہ اکھاڑوں کی تعمیر جدید چاہتے ہیں-سچ ہے ؎

دین ملا فی سبیل اللہ فساد

جن حضرات نے مذکورہ بالا کتاب کا بنظر انصاف مطالعہ کیا ہے، وہ ہمیں ان سطور کے لکھنے پر یقیناً معذور تصور فرمائیں گے-

وجہ تالیف الجامع الصحیح البخاری :

حافظ ابن حجرؒ نے مقدمہ فتح الباری میں تفصیلاً لکھا ہے کہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ و تابعین کے پاکیزہ زمانوں میں احادیث کی جمع و ترتیب کا سلسلہ کماحقہ نہ تھا-ایک تو اس لئے کہ شروع زمانہ میں اس کی ممانعت تھی جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے ثابت ہے- محض اس ڈر سے کہ کہیں قرآن مجید اور احادیث کے متون باہمی طور پر گڈمڈ نہ ہو جائیں- دوسرے یہ کہ ان لوگوں کے حافظے وسیع تھے-ذہن صاف تھے-کتابت سے زیادہ ان کو اپنے حافظہ پر اعتماد تھا اور اکثر لوگ فن کتابت سے واقف نہ تھے-اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کتابت احادیث کا سلسلہ زمانہ رسالت میں بالکل نہ تھا- یہ کہا جا سکتا ہے کہ وجوہ بالا کی بنا پر کماحقہ نہ تھا- پھر تابعین کے آخر زمانہ میں احادیث کی ترتیب و تبویب شروع ہوئی- خلیفہ خامس حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کو ایک فن کی حیثیت سے جمع کرانے کا اہتمام فرمایا- تاریخ میں ربیع بن صبیح اور سعید بن عروبہ وغیرہ وغیرہ حضرات کے نام آتے ہیں جنہوں نے اس فن شریف پر باضابطہ قلم اٹھایا-اب وہ دور ہو چلا تھا جس میں خوارج و روافض و دیگر اہل بدعت نے من گھڑت احادیث کا ایک خطرناک سلسلہ شروع کر دیا تھا-ان حالات کے پیش نظر طبقہ ثالثہ کے لوگ اٹھے اور انہوں نے احکام کو جمع کیا-حضرت امام مالک نے مؤطا تصنیف کی جس میں اہل حجاز کی قوی روایتیں جمع کیں، اور اقوال صحابہ فتاویٰ و تابعین کو بھی شریک کیا-ابو محمد عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج نے مکۃ المکرمہ میں اور ابو عمرو عبد الرحمٰن بن عمر اوزاعی نے شام میں اور عبد اللہ سفیان بن سعید ثوری نے کوفہ میں اور ابو سلمہ حماد بن سلمہ دینار نے بصرہ میں حدیث کی جمع ترتیب و تالیف پر توجہ فرمائی-ان کے بعد بہت سے لوگوں نے جمع احادیث کی خدمت انجام دی اور دوسری صدی کے آخر میں بہت سی مسندات وجود پذیر ہو گئیں جیسے مسند امام احمد بن حنبل، مسند امام اسحٰق بن راہویہ، مسند امام عثمان بن ابی شیبہ، مسند امام ابو بکر بن ابی شیبہ وغیرہ

وغیرہ-ان حالات میں سید المحدثین امام الائمہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا دور آیا- آپ نے ان جملہ تصانیف کو دیکھا'ان کو روایت کیا-ان سے علوم نبوی کا کافی مزہ اٹھایا-انہوں نے دیکھا کہ ان کتابوں میں صحیح اور حسن اور ضعیف سب قسم کی احادیث موجود ہیں-

ایک مبارک خواب :

حدیث رسول پاک ﷺ کے لئے آپ کے قلب مبارک میں ایک خاص الخاص جذبہ تھا-ایک رات آپ خواب دیکھتے ہیں کہ حضور رسول ﷺ آرام فرمارہے ہیں اور آپ حضورؐ کے سرہانے کھڑے ہو کر پنکھا جھل رہے ہیں اور مکھی وغیرہ موذی جانوروں کو آپ سے دور کر رہے ہیں- بیدار ہو کر معبرین سے تعبیر پوچھی گئی تو انہوں نے بتلایا کہ آپ رسول کریم ﷺ کی احادیث پاک کی عظیم خدمت انجام دیں گے -اور جھوٹے لوگوں نے جو احادیث خود وضع کرلی ہیں' صحیح احادیث کو آپ ان سے بالکل علیحدہ چھانٹ دیں گے-

اسی دوران آپ کے بزرگ ترین استاد حضرت اسحٰق بن راہویہ نے ایک روز فرمایالو جمعتم کتابا مختصرا الصحیح سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم-کاش آپ نبی کریم ﷺ کی صحیح صحیح احادیث پر مشتمل ایک جامع مختصر کتاب تصنیف کر دیتے- حضرت امام فرماتے ہیں فوقع ذلك في قلبي میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور میں نے اسی دن سے جامع صحیح کی تدوین کا عزم بالجزم کر لیا-

اسی سلسلہ میں نجم بن فضیل اور وراق بخاری کا خواب بھی قابل لحاظ ہے کہ رسول کریم ﷺ قبر شریف سے باہر تشریف لائے اور جب آپ قدم مبارک اٹھاتے ہیں'امام بخاری آپ کے قدم مبارک کی جگہ پر اپنا قدم رکھ دیتے ہیں-ابوزید مروزی کا خواب حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ میں رکن اور مقام کے درمیان بیت اللہ کے قریب سورہا تھا- خواب میں حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے ابوزید !کب تک شافعی کی کتاب کا درس دیتے رہو گے اور ہماری کتاب کا درس نہ دو گے -عرض کیا حضور فداک ابی وامی آپ کی کتاب کونسی ہے ؟ فرمایا جسے محمد بن اسماعیل بخاری نے جمع کیا ہے-

یہی وہ عظیم الشان تصنیف ہے جس کی وجہ سے حضرت امام بخاریؒ کو حیاتِ جاوداں ملی اور وہ دنیائے اسلام میں امیر المؤمنین فی الحدیث جیسے عظیم خطاب سے نوازے گئے-

طریقۂ تالیف :

اس بارے میں خود امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی حدیث اس کتاب میں اس وقت تک داخل نہیں کی جب تک غسل کر کے دو رکعت نماز ادانہ کرلی ہو- بیت اللہ شریف میں اسے میں نے تالیف کیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر ہر حدیث کے لئے استخارہ کیا- مجھے جب ہر طرح اس حدیث کی صحت کا یقین ہوا'تب میں نے اس کے اندراج کے لئے قلم اٹھایا-اس کو میں نے اپنی نجات کے لئے حجت بنایا ہے-اور چھ لاکھ حدیثوں سے چھانٹ چھانٹ کر میں نے اسے جمع کیا ہے-

علامہ ابن عدی اپنے شیوخ کی ایک جماعت سے ناقل ہیں کہ امام بخاری الجامع الصحیح کے تمام تراجم ابواب کو حجرۂ نبوی اور منبر کے درمیان بیٹھ کر اور ہر ترجمۃ الباب کو دو رکعت نماز پڑھ کر اور استخارہ کر کے کامل اطمینان قلب حاصل ہونے پر صاف کرتے -وراق نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ میں امام بخاری کے ساتھ تھا- میں نے آپ کو کتاب التفسیر لکھنے میں دیکھا کہ رات میں پندرہ بیس مرتبہ اٹھتے چقماق سے آگ روشن کرتے اور چراغ جلاتے اور حدیثوں پر نشان دے کر سو رہتے-

اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام صاحب سفر و حضر میں ہر جگہ تالیف کتاب میں مشغول رہا کرتے تھے -اور جب بھی جہاں کہیں کسی حدیث کے صحیح ہونے کا یقین ہو جاتا'اس پر نشان لگا دیتے-اس طرح تین مرتبہ آپ نے اپنے ذخیرہ پر نظر فرمائی- آخر تراجم ابواب کی ترتیب اور تہذیب اور ہر باب کے تحت حدیثوں کا درج کرنا-اس کو امام صاحب نے ایک بار حرم محترم میں اور دوسری بار مدینہ منورہ مسجد

نبوی منبر اور محراب نبوی کے درمیان بیٹھ کر انجام دیا- اسی تراجم ابواب کی تہذیب و تبویب کے وقت جو حدیثیں ابواب کے تحت لکھتے پہلے غسل کر کے استخارہ کر لیتے- اس طرح پورے سولہ سال کی مدت میں اس عظیم کتاب کی تالیف سے فارغ ہوئے-

آوازۂ خلق کو نقارۂ خدا کہتے ہیں :

حضرت امام المحدثین جبل الحفظ سیدنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی جامع الصحیح کے بارے میں ان بارہ سو برسوں میں اکابر امت نے جن آراء مبارکہ کا اظہار کیا ہے' ان سب کی جمع و ترتیب کے لئے بھی ایک مستقل کتاب درکار ہے- ان سب کو ملحوظ رکھتے ہوئے بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ حضرت امام بخاری عنداللہ مقبول اور آپ کی جامع الصحیح بھی عنداللہ مقبول اور امت کے لئے بلاشک و شبہ قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ صحیح تر قابل عمل کتاب ہے- جو شخص بھی حضرت امام کی شان میں تنقیص و تخفیف اور آپ کی جامع الصحیح کے بارے میں شکوک و شبہات کی فضا پیدا کرتا ہے وہ اجماع امت کا مخالف ہے- خاطی ہے' ناقابل التفات ہے بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ کے لفظوں میں وہ بدعتی ہے-

ہم بہت ہی اختصار کے پیش نظر صرف چند آرائے مبارکہ نقل کرتے ہیں- امید ہے کہ صاحبان صدق و صفا کے لئے یہ کافی ہوں گی اور وہ ہرگز کسی متقشف اور نامعقول ناقد کے وسواس نامعقولات سے متاثر نہ ہوں گے-

جامع صحیح کے متعلق پہلے خود امام بخاریؒ کا بیان سنئے- فرماتے ہیں لم اخرج فی ھذا الکتاب الا صحیحا میں نے اپنی اس کتاب میں صرف صحیح احادیث کی تخریج کی ہے- (مقدمہ فتح الباری)

اور فرمایا کہ میں نے تقریباً چھ لاکھ طرق سے جامع صحیح کی احادیث کا انتخاب کیا ہے-

حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری میں تمام مسند احادیث مکررات سمیت ۷۲۷۵ کی تعداد میں ہیں اور مکررات کو نکال دیا جائے تو چار ہزار حدیثیں رہ جاتی ہیں (مقدمہ ابن الصلاح ص ۸)

یہ اختلاف تعداد محض مختلف الاقسام احادیث کی گنتی کے اعتبار سے ہے اس لئے دونوں بیان صحیح ہیں-

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ میں نوے ہزار اشخاص نے براہ راست آپ سے اس عظیم کتاب کا درس لیا اور بلا واسطہ ان کی سند سے روایت کیا ہے- حضرت امام بخاریؒ جب اس کی جمع و تالیف سے فارغ ہوئے تو آپ نے اسے امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین اور امام علی بن مدینی وغیرہ اکابر امت کے سامنے پیش کیا- سب نے متفقہ طور پر اس کتاب کو مستحسن قرار دیا- اور اس کی صحت کی گواہی دی- بعض حضرات نے صرف چار احادیث سے متعلق اپنا خیال ظاہر کیا- مگر آخر میں ان کے متعلق بھی حضرت امام بخاری ہی کا خیال شریف صحیح ثابت ہوا (مقدمہ فتح الباری ص ۵۷۸)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ حضرت امام قدس سرہ نے اپنی جامع صحیح کو مذکورہ بزرگوں کے علاوہ وقت کے دیگر مشائخ و فقہاء و محدثین کے سامنے بھی پیش کیا- سب نے متفقہ طور پر اس کتاب کی صحت کی تصدیق و توثیق فرمائی-

ملا علی قاری نے مشائخ عصر کے یہ لفظ نقل کئے ہیں- انہ لا نظیر لہ فی بابہ (مرقاۃ جلد اول ص ۱۵) یعنی جامع صحیح اپنے باب میں بے نظیر کتاب ہے-

امام نسائی فرماتے ہیں احود ھذہ الکتب کتاب البخاری واجمعت الامۃ علی صحۃ ھذین الکتابین- یعنی امت کا صحیح بخاری و صحیح مسلم ہر دو کتابوں کی صحت قطعی پر اجماع ہو چکا ہے اور جملہ کتب احادیث میں صحیح بخاری سب سے افضل ہے-

البدایہ والنہایہ جلد یازدہم ص ۲۸ پر امام فضل بن اسماعیل جرجانی کا ایک قصیدہ بابت مدح بخاری شریف منقول ہے جس کا خلاصہ یہ کہ صحیح بخاری سند اور متن کے اعتبار سے اس قدر اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے کہ اس کی افضلیت پر جملہ اہل علم کا اتفاق اور اجماع ہے- نبی

کریم ﷺ کے دین کے لئے یہ کتاب وہ کسوٹی ہے جس کے آگے عرب و عجم سب نے سر تسلیم خم کیا ہے-
بلا شک صحیح بخاری آبِ زر سے لکھنے جانے کے قابل ہے-

صحیح بخاری کی کتابت آبِ زر سے :

امت میں ایسے بھی قدر دان گزرے ہیں جنہوں نے قرآن مجید اور اس کے بعد صحیح بخاری شریف کو خالص آبِ زر سے لکھوادیا- چنانچہ ایک عالم دین ابو محمد مزنی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے کتابت کرنے والوں کو حکم دیا کہ وہ قرآن مجید اور صحیح بخاری کو آبِ زر سے لکھ کر ان کے سامنے پیش کریں- چنانچہ یہ دونوں کتابیں تمام وکمال آبِ زر سے لکھ کر ان کے سامنے پیش کی گئیں-(مفتاح السعادۃ جلد اول ص ۷)

امام ابو الفتح عجلی فرماتے ہیں صحیح بخاری کا متن حدیث قوی اور رجال اسناد عالی مرتبہ ہیں- صحت میں اس کو وہ بلند مرتبہ حاصل ہے گویا ہر حدیث کو امام بخاری نے آنحضرت ﷺ سے براہ راست خود حاصل کیا اور درج فرمایا ہے-

شیخ الاسلام امام بلقینی فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری حافظ عصر حضرت امام بخاری کی وہ اہم تصنیف ہے جس میں آپ نے نبی کریم ﷺ کی سنن صحیحہ کو جمع فرمایا ہے- رجال بخاری سب صدوق اور ثقات ہیں- ان فضائل و خصوصیات کی بنا پر امت کا اجماع ہے کہ قرآن شریف کے بعد دنیائے اسلام کے ہاتھوں میں سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری شریف ہے-(ارشاد الساری جلد اول ص ۴۴)

علامہ عینی (حنفی) شارح بخاری لکھتے ہیں اتفق علماء الشرق والغرب علی انه لیس بعد کتاب الله اصح من صحیح البخاری فرجع البعض صحیح مسلم علی صحیح البخاری والجمهور علی ترجیح البخاری علی مسلم (عمدۃ القاری ص ۵) یعنی مشرق و مغرب کے تمام علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری و صحیح مسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے- بعض ائمہ نے مسلم کو بخاری پر مقدم قرار دیا ہے- لیکن جمہور علمائے امت نے صحیح بخاری کو مسلم کے مقابلہ میں ترجیح دی ہے اور اسی کو افضل قرار دیا ہے-

حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مرحوم فرماتے ہیں وانه کل من یهون امرهما فهو مبتدع متبع غیر سبیل المؤمنین (حجة الله البالغه جلد اول ص ١٣٤) جو شخص بخاری و مسلم کی توہین و تخفیف کرتا ہے، وہ بدعتی ہے اور اس نے وہ راستہ اختیار کیا ہے جو ایمان والوں سے علیحدہ راستہ ہے (جس کا نتیجہ دوزخ ہے)

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ بخاری و مسلم و مؤطا امام مالک کی احادیث نہایت صحیح ہیں- جامع صحیح بخاری میں بلحاظ اغلب خود مؤطا کی بھی مرفوع حدیثیں موجود ہیں، اس لحاظ سے صحیح بخاری سب سے زیادہ صحیح اور جامع کتاب ہے-(عجالہ نافعہ ص ٦)

حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علمائے امت کا اتفاق ہے کہ کتب حدیث میں سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری، پھر مسلم ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ ان دونوں میں صحیح بخاری صحت میں بڑھ کر ہے اور زیادہ فوائد کی جامع ہے (مقدمہ حضرت مولانا سہارنپوری مرحوم علی البخاری ص ۴)

حضرت مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن الصلاح و حافظ ابن حجر و علامہ ابن تیمیہ شمس الائمہ سرخسی وغیرہ اجلہ محدثین و فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی سب حدیثیں حجت کے لئے قطعی ہیں- اور ان اجلہ اصحاب الحدیث و محققین کا فیصلہ میرے نزدیک بالکل درست فیصلہ ہے-(فیض الباری)

علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی مرحوم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے صرف احادیث صحیحہ کو جمع فرمایا ہے، وہ امام بخاری ہیں-

پھر ان کے نقش قدم پر امام مسلم نے اپنی صحیح کو جمع فرمایا- یہ دونوں کتابیں مصنفات حدیث میں سب سے زیادہ صحیح ہیں-(فتح الملہم شرح مسلم ص ۵۴)

اس قسم کے ہزارہا علماء و فضلاء اکابر امت متقدمین و متاخرین کے بیانات کتب تواریخ میں موجود ہیں- جن سب کا جمع کرنا اس مختصر سے مقالہ میں ناممکن ہے-اس لئے ان چند بیانات پر اکتفا کیا جاتا ہے-ان ہی سے ناظرین کو اندازہ ہو سکے گا کہ امت میں امام بخاری اور ان کی جامع الصحیح کا مقام کتنا بلند ہے-والحمد للہ علی ذالک-

محدث اعظم و مجتہد معظم حضرت امام بخاریؒ اور مسالک مروجہ :

مسالک مروجہ سے مراد مذاہب اربعہ ہیں جو ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی طرف منسوب ہیں-ان مسالک کے پیروکار اپنے اپنے امام کی تقلید علی الاطلاق اپنے لئے واجب جانتے ہیں-اور اس تقلید شخصی کا ترک ان کے ہاں کسی طرح بھی جائز نہیں- تقلید کی تعریف یوں کی گئی ہے-التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما سمعه بقوله اوفی فعله علی زعم انه محقق بلانظر فی الدلیل (حاشیہ نور الانوار لکھنو ص ۲۱۶)

یعنی تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق ہی ہوگا-اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا-

صاحب مسلم الثبوت لکھتے ہیں التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجة (مسلم ص ۲۸۹) یعنی بغیر دلیل کسی کی بات کو عملاً مان لینا تقلید ہے- عام طور پر مقلدین مذاہب اربعہ کا یہی طریقہ ہے-اس روشنی میں حضرت محدث اعظم مجتہد معظم حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مسالک اربعہ میں سے کسی ایک مسلک کا مقلد بتانا ایسا ہی ہے جیسا کہ چمکتے ہوئے سورج کو رات سے تعبیر کرنا- یہ حقیقت ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کسی بھی مذہب منتسبہ کے مقلد نہ تھے-ان کا علم و فضل، ان کا درجہ اجتہاد و استنباط اس حد تک پہنچا ہوا ہے کہ ان کو مقلد کہنا سراسر جہل و حماقت ہے-اللہ تعالیٰ نے ان کو بلند ترین مقام نصیب فرمایا تھا-

کچھ متقدمین نے ان کو طبقات شافعیہ میں شمار کیا ہے مگر یہ ان کی محض خوش فہمی ہے یا یہ مراد ہے کہ مسائل خلافیہ میں وہ زیادہ تر امام شافعیؒ کو موافقت کرتے ہیں-اس لئے ان کو شافعی کہہ دیا گیا- ورنہ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی جامع صحیح میں جس طرح مقلدین احناف سے اختلاف کیا ہے اسی طرح مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ سے بھی بعض بعض مقامات پر اختلاف کیا ہے-

حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم فرماتے ہیں واما البخاری فهو وان کان منتسبا الی الشافعی موافقا له فی کثیر من الفقه فقد خالفه ایضا فی کثیر الی آخره یعنی کثرت موافقات کے سبب حضرت امام بخاری کو حضرت امام شافعی کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے- مگر واقعہ یہ ہے کہ جس کثرت سے موافقت ہے اسی کثرت سے امام شافعی کی مخالفت بھی موجود ہے- جن کی بہت سی مثالیں بخاری شریف کا مطالعہ کرنے والوں پر ظاہر ہوں گی-

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر بجا ارشاد فرمایا ہے کہ ان البخاری عندی سلك مسلك الاجتهاد ولم یقلدا احدا فی کتابه الخ (فیض الباری جلد اول ص ۳۳۵) یعنی امام بخاری نے ایک مجتہد کی حیثیت سے اپنا مسلک بنایا ہے اور اپنی کتاب میں ہرگز انہوں نے کسی کی تقلید نہیں کی-

صاحب ایضاح البخاری دیوبندی لکھتے ہیں-

"لیکن حقیقت یہ ہے کہ کسی شافعی یا حنبلی سے تلمذ اور تحصیل علوم کی بنا پر کسی کو شافعی یا حنبلی کہنا مناسب نہیں بلکہ امام کے تراجم بخاری کے گہرے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ایک مجتہد ہیں- انہوں نے جس طرح احناف رحمہم اللہ سے

اختلاف کیا ہے وہاں حضرات شوافع سے اختلاف کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ احناف رحمہم اللہ کے ساتھ ان کا لب و لہجہ کرخت ہے۔ اور مشہور مسائل میں ان کی رائے حضرات شوافع کے موافق ہے......امام کے اجتہاد اور تراجم ابواب میں ان کی بالغ نظری کے پیش نظر ان کو کسی فقہ کا پابند نہیں کہا جا سکتا۔" (ایضاح البخاری جز اول ص ۳۰)

خلاصۃ المرام یہ ہے کہ حضرت سید المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک مجتہد اعظم تھے۔ وہ قرآن و حدیث کو براہ راست اپنا مدار عمل قرار دیتے تھے۔ اور صحیح معنوں میں وہ نہ صرف اہلحدیث بلکہ امام اہلحدیث تھے۔ ان کی جامع الصحیح کا ایک ایک ورق اس حقیقت پر شاہد ہے۔ احادیث نبوی ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ حدیث کی ادنیٰ سی مخالفت بھی ان کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ وہ صحیح معنوں میں فدائے رسول تھے۔ وہ درحقیقت مینار ہدایت تھے۔

دیگر تصانیف حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ :

آپ کی عظیم تصنیف الجامع الصحیح پر جو کچھ لکھا گیا وہ محض مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ یہ وہ عظیم کتاب ہے جس کے ایک ایک لفظ کی شرح و تفصیل کے لئے دفاتر درکار ہو سکتے ہیں۔ اس کی بہت سی شروحات ہیں۔ فتح الباری کو کسی قدر جامع کہا جا سکتا ہے۔ مگر عصر حاضر میں آج ایک اور فتح الباری کی ضرورت ہے۔ جس میں علوم جدیدہ کی روشنی میں احادیث نبوی کے اس عظیم خزانہ کا مطالعہ ہونا چاہئے۔ اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ دنیائے اسلام کا کوئی مایۂ ناز فرزند علامہ ابن حجر ثانی کی شکل میں پیدا ہو اور یہ خدمت انجام دے۔

آپ نے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ جن میں "قضایا الصحابہ والتابعین" آپ نے اپنی عمر عزیز کے اٹھارہویں سال میں پہلی تصنیف فرمائی تھی۔ مگر افسوس کہ آج اس کا کوئی نسخہ موجودہ علم میں نہ آ سکا۔ عمر کے اسی دوران آپ نے "التاریخ الکبیر" لکھی جسے دائرۃ المعارف حیدر آباد نے بصورت اجزا شائع کیا تھا۔

"التاریخ الاوسط" اور "التاریخ الصغیر" بھی آپ کی اہم تصانیف ہیں۔ خلق افعال العباد، کتاب الضعفاء الصغیر، المسند الکبیر، الادب المفرد بھی آپ کی شاندار یادگاریں ہیں۔ خصوصاً الادب المفرد بڑی جامع پاکیزہ اخلاقی کتاب ہے۔ جسے آپ نے بہترین مدلل طور پر جمع فرمایا ہے۔ اس کی عربی شروح اور اردو تراجم کافی شائع ہو چکے ہیں۔ (حج ۶۲ء میں ایک نسخہ معہ شرح فضل اللہ الصمد جدہ سے بطور تحفہ ملا تھا۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء) جزء القراۃ خلف الامام بھی آپ کا مشہور رسالہ ہے۔ جو قراۃ خلف الامام کے متعلق ایک فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ مصر میں طبع ہو چکا ہے۔ آپ نے اس رسالہ میں احادیث و سنن کی روشنی میں قرأت فاتحہ خلف الامام کا اثبات فرمایا ہے۔ اور خلاف دلائل پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اسی طرح دوسرا رسالہ آپ کا جزء رفع الیدین کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں آپ نے بطرز اہلحدیث رفع الیدین کا مدلل اثبات فرمایا ہے۔ ان دونوں اجزاء کے آپ سے روایت کرنے والے آپ کے شاگرد رشید محمود بن اسحاق خزاعی ہیں۔ آپ حضرت امام کے وہ شاگرد ہیں جنہوں نے بخارا میں سب سے آخر میں آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آپ کی قلمی یادگاریں ہیں جن میں سے اکثر ناپید ہو چکی ہیں۔ بعض کے قلمی نسخے دوسری جنگ عظیم سے قبل کتب خانہ دار العلوم جرمن میں پائے گئے۔ اب نہ معلوم انقلابات زمانہ نے ان کو بھی باقی رکھا ہے یا نہیں۔ بہرحال يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ۔ (الرعد : ۳۹)

وفات حسرت آیات حضرت امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ :

خالد بن ذہلی حاکم بخارا کی بابت لکھا جا چکا ہے کہ وہ حضرت سید المحدثین سے محض اس بنا پر کہ آپ نے درس حدیث کے لئے شاہی دربار میں جانے اور اس کے صاحبزادوں کے لئے وقت مخصوص کرنے سے انکار فرما دیا تھا، مخالفت پر آمادہ ہو گیا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ کسی بہانہ سے حضرت امام کو شہر بخارا سے نکال دیا جائے۔ جس میں وہ اس زمانہ کے علمائے سوء کے تعاون سے کامیاب ہو گیا۔ انہوں نے

حضرت امام پر عقائد کے بارے میں الزام لگایااور پھر حفظ امن کے بہانے سے حضرت امام کو بخارا سے نکل جانے کا حکم دے دیا- آپ بادل ناخواستہ بخارا سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ "خداوندا! ان لوگوں نے میرے ساتھ جو ارادہ کیا تھا- وہی صورت حال ان کو اپنے اور ان کے اہل و عیال کے بارے میں دکھلا دے-" مظلوم امام کی دعا قبول ہوئی- اور ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ ذہلی امیر طاہر کے حکم سے معزول کر کے گدھے پر پھرایا گیااور قید میں ڈال دیا گیا- اور حریث بن ابی ورقاء جو آپ کے نکلوانے میں سازشی تھا- اس کو اور اس کے گھر والوں کو سخت مصیبت پیش آئی- اور دوسرے مخالفین بھی اسی طرح خائب وخاسر ہوئے-

دنیا کا یہی دستور ہے ایک دن وہ تھا کہ حضرت امام بخاری اپنے علمی اسفار سے بخارا واپس لوٹے تو شہر سے تین میل کے فاصلے پر ان کے لئے ڈیرے لگائے گئے- اور پورا شہر ان کے استقبال کے لئے امنڈ آیااور ان پر روپے اور اشرفیاں تصدق کئے گئے- ایک دن آج ہے کہ حضرت امام کو اپنے وطن مالوف سے نکالا جارہاہے اور وہ دست بدعا' بے کسی کی حالت میں وطن سے بے وطن ہورہے ہیں- آپ بخارا سے چل کر بیکند پہنچے- وہاں سے سمرقند والوں کی دعوت پر سمرقند کے لئے دعوت قبول فرمائی- خرتنگ نامی ایک گاؤں میں جو مضافات سمرقند سے تھا' آپ پہنچے ہی تھے کہ طبیعت خراب ہو گئی اور وہاں اپنے اقرباء میں اتر گئے- ایک رات آپ نے اللہ سے دعا کی کہ الٰہ العالمین اب زمین میرے لئے تنگ نظر آرہی ہے' بہتر ہے کہ تو مجھے اپنے پاس بلالے- آخر ۳ادن کم ۶۲ سال کی عمر میں یہ آفتاب حدیث خرتنگ کی زمین میں غائب ہو گیا- انا للہ وانا الیہ راجعون- روح پرواز کر جانے کے بعد بھی برابر جسم پر پسینہ جاری رہا- یہاں تک کہ آپ کو غسل دے کر کفن میں لپیٹ دیا گیا- کچھ لوگ سمرقند لے جانے کے خواہشمند ہوئے- مگر خرتنگ ہی میں تدفین کے لئے اتفاق ہو گیا- عیدالفطر کے دن نماز ظہر کے بعد آپ کا جنازہ اٹھایا گیا- ایک خلق کثیر نے تدفین میں شرکت کی- اور آج وہ احادیث رسول کریم ﷺ کا آفتاب عالمتاب' دنیائے اسلام کا محسن اعظم خاک میں چھپ گیااور دنیامیں تاریکی ہو گئی- ایک شاعر نے آپ کے سال ولادت اور سال وفات ہر دو کو ایک ہی بند میں جمع کر دیاہے- فرماتے ہیں-

كان البخارى حافظا و محدثا   جمع الصحيح مكمل التحرير

ميلاده صدق ومدة عمره   فيها حميد وانقضى فى نور

۱۹۴   ۶۲   ۲۵۶

خطیب عبدالواحد بن آدم کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں چند اصحاب کرام کے ساتھ کسی کا منتظر دیکھا- سلام کے بعد عرض کیا حضور کس کا انتظار فرمارہے ہیں ؟ارشاد ہوا کہ میں آج محمد بن اسماعیل بخاری کے انتظار میں کھڑا ہوا ہوں- بعد میں جب حضرت امام کے انتقال کی خبر پہنچی تو میں نے خواب کے وقت کے بارے میں سوچا' امام کے انتقال کا ٹھیک وہی وقت تھا- آپ کی وفات حسرت آیات پر دنیائے اسلام میں ایک تہلکہ برپا ہو گیا- ہر شہر و قریہ میں مسلمانوں نے اظہار غم کیا- اور آپ کے لئے دعائے مغفرت کی- علمائے امت اور مشاہیر اسلام نے اس سانحہ پر بہت سے مقالہ جات اور اشعار لکھے جو کتب تواریخ میں لکھے ہوئے ہیں-



شارح کے مختصر حالات اور چند ضروری گذارشات

شہر دہلی سے ۳۰-۴۰ میل دور جنوب مغربی علاقے کو میوات کے نام سے پکارا گیا ہے جو ضلع گوڑ گاؤں کی تحصیل نوح و فیروز پور جھرکہ اور ریواڑی و پلول اور ضلع الور اور بھرت پور راجستان کے اکثر حصوں پر مشتمل ہے- باشندے زیادہ تر میو راجپوت مسلمان ہیں- جن کا آبائی پیشہ کاشتکاری ہے- یہی علاقہ راقم الحروف کا وطن مالوف ہے- ضلع گوڑ گاؤں کی تحصیل فیروز پور جھرکہ میں قصبہ پنگواں کے نزدیک ایک موضع رہپواہ نامی ناچیز کا مقام سکونت ہے- اور یہیں مختصر سی بسویداری ہے جو بچوں کے لئے ذریعہ معاش ہے- اللھم بارك لنا فیما اعطیت امین-

اگرچہ تقسیم ملک کی وجہ سے اس علاقہ پر بہت کافی اثر پڑا، تاہم آج بھی یہاں کی مسلم آبادی کئی لاکھ ہے- یہاں توحید و سنت کی اشاعت و تبلیغ کا اولین سہرا ان بزرگان قوم کے سر پر ہے جو آزادی وطن کے اولین علمبردار حضرت مولانا سید احمد صاحب بریلوی اور حضرت مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمہم اللہ جیسے پاکباز بزرگوں کے تربیت یافتہ تھے- وہ یہاں آئے اور اصلاح و سدھار کے فرائض انجام دیئے- بعد میں حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ حضرات نے بھی یہاں کافی کام کیا- تقبل اللہ حسناتھم امین-

راقم الحروف کا بچپن ابتدائی اسکولی تعلیم سے شروع ہوا- والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی داغِ مفارقت دے چکے تھے- بڑے بھائی مرحوم اور والدہ مرحومہ کے زیر سایہ غالباً ۱۳۳۷ھ میں دار العلوم دہلی جا کر مدرسہ حمیدیہ صدر بازار میں داخلہ کی سعادت حاصل ہوئی- اس زمانہ میں یہ مدرسہ مسلمان بچوں کے لئے نہ صرف تعلیم بلکہ بہترین تربیت و پرورش کی خدمت انجام دے رہا تھا- لائق ترین اساتذہ مقرر تھے- اور بچوں کے جملہ مصارف خود رئیس اعظم دہلی حضرت شیخ حافظ حمید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ برداشت فرماتے تھے- اسی درسگاہ میں قرآن مجید اور فارسی و صرف و نحو وغیرہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں- بعد میں مدرسہ دار الکتاب والسنۃ صدر دہلی میں حضرت مولانا الشیخ عبد الوہاب صاحب صدری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تکمیل کر کے آپ ہی سے سند فراغت حاصل کی- یہ غالباً ۱۳۴۶ھ کا زمانہ تھا- ان دنوں دہلی فی الواقع دار العلوم تھی- بڑے بڑے علمائے اسلام یہاں موجود تھے اور دیگر اکابر اطراف ہند سے آتے بھی رہتے تھے- بحمد اللہ اپنے تحقیقی طبعی رجحان کے تحت بیشتر علمائے کرام کی علمی مجالس سے استفادہ کے مواقع حاصل ہوئے- ان ہی ایام میں مدرسہ سعیدیہ پل بنگش بھی علماء و طلباء کے لئے ایک زبردست علمی مرکز تھا- جہاں بیہقی دوراں حضرت مولانا ابو سعید شرف الدین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ درس جاری تھا- آپ کی صحبت میں بھی حاضری کا موقع ملا- تقسیم ملک کے بعد آپ کراچی تشریف لے گئے تھے مگر ۱۳۷۲ھ میں آپ بمبئی تشریف لائے اور تقریباً دو ماہ یہاں آپ کی خدمت کرنے کا موقع حاصل ہوا- ان ہی ایام میں آپ نے سند اجازت مرحمت فرمائی مولانائے مرحوم کی پاکیزہ صحبت سے دل و دماغ نے بہت روشنی حاصل کی اللہ پاک آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور جملہ اساتذہ کرام کو بہترین جزائیں عطا کرے خاص طور پر والدہ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے جنہوں نے اس زمانہ کی مشکلات کے پیش نظر ہر قسم کے مصائب کو برداشت کرتے ہوئے پورے انہماک کے ساتھ میری دینی تعلیم کے سلسلہ کو جاری رکھا اور میرے لئے بہت سی تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت فرمایا- اللہ پاک ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور ان کی قبر کو منور فرمائے- جب بھی اس زمانہ کے حالات اور مرحومہ والدہ ماجدہ غفر اللہ لہا کی مساعی یاد کرتا ہوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں ربنا اغفرلی ولوالدی

وللمؤمنین یوم یقوم الحساب ؎

کچھ قمریوں کو یاد ہیں کچھ بلبلوں کو حفظ عالم میں ٹکڑے ٹکڑے مری داستاں کے ہیں

اب کہ عمر عزیز ساٹھ سال کو پہنچ رہی ہے۔ سفر آخرت قریب ہی ہوتا جارہا ہے' دعا ہے کہ اللہ پاک اتنی مہلت عطا فرمائے کہ میں بخاری شریف کی اس خدمت کو بھی پورا کر جاؤں اور اللہ توفیق دے کہ عزیزان خلیل احمد و نذیر احمد و سعید احمد سلمہم اللہ تعالیٰ اس پاک سلسلۂ تبلیغ و اشاعت کو جاری رکھ سکیں' آمین یا الٰہ العالمین۔

مذکورہ بالا چند الفاظ کی چنداں ضرورت نہ تھی مگر برسم قدیم مؤلفین کتب اسلام یہ مختصر سا تعارف کرانا ضروری تھا۔ بقول ئے ؎

وتشبھوا ان لم تکونوا مثلھم . ان التشبہ بالکرام فلاح

معزز ناظرین کرام اس تفصیل سے اندازہ لگا سکیں گے کہ میں ایک علم و عمل سے تہی دست انسان اس قابل نہ تھا کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ الجامع الصحیح البخاری جیسی اہم مقدس کتاب کے اردو ترجمہ کے لئے قلم اٹھانے کی جرأت کرسکوں مگر مشیت ایزدی نے کل امر مرھون باوقاتھا کے تحت اس خدمت کا آغاز کرا ہی دیا۔ جس کا منصوبہ آج سے پندرہ سال قبل ثنائی ترجمہ والے قرآن مجید کے پہلے ایڈیشن کے ساتھ ہی بنالیا گیا تھا۔ اپنے معزز اکابر علمائے جماعت کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ آج میں بخاری شریف کا پہلا پارہ مترجم اردو قدر دانوں کے ہاتھوں میں دے رہا ہوں۔ میرے یہ پندرہ سال بھی متفرق علمی مشاغل میں گزرتے چلے گئے اور ان میں مزید در مزید تجربات حاصل ہوئے۔

مشہور مقولہ ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے آج جب کہ ہمارے بعض متعصب مقلد حضرات حدیث خصوصاً بخاری شریف کے ترجمہ و شرح کی خدمت کا نام لے کر اس مقدس کتاب کے خداداد مقام کو گرانے کی کوشش میں مصروف ہیں بلکہ خود امام الدنیا فی الحدیث حضرت امام بخاری قدس سرہ کی تخفیف و تنقیص کرکے اپنے مزعومات کی برتری ثابت کرنے کی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ عین منشائے ایزدی اور سخت ترین ضرورت کے تحت اس خدمت کا آغاز کیا گیا ہے جسے تکمیل کو پہنچانا گنبد خضرا کے مکین ﷺ کے رب اور ساری کائنات کے پروردگار کا کام ہے۔

اصل عربی متن کو جس خوبی کے ساتھ کتابت کرایا گیا ہے وہ قدر دانوں کے سامنے ہے۔ پھر بامحاورہ ترجمہ اور مختصر تشریحی نوٹ لکھتے ہوئے بہت سی شروحات حدیث اور بہت سے تراجم قدیم و جدید کو سامنے رکھ کر مسلک محدثین کی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے نہایت ہی احتیاط سے قلم اٹھایا گیا ہے۔ اختلافی مقامات پر تعصب بے جا سے پرہیز کرتے ہوئے بلا امتیاز فقہی مسالک جملہ ائمہ دین علمائے اسلام کے اسلامی ادب و احترام کو ہر جگہ ملحوظ رکھا گیا ہے۔ پھر بھی ایک حقیر انسان ہوں اگر کوئی لفظ کہیں بھی کسی بھائی کو ناگوار خاطر نظر آئے تو اس کے لئے معافی کا طلبگار ہوں۔ ترجمہ اور شرح میں جن جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان کی طول طویل فہرست پیش کر کے اپنے معزز قارئین کرام کے قیمتی وقت کو ضائع کرنا مناسب نہیں جانتا' نہ رسمی نمائش مقصود ہے۔

یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ بخاری شریف جیسی اہم مقدس کتاب کی مکمل اردو شرح کا تصور ایک کوہ ہمالیہ جیسا تصور ہے۔ اس عظیم جامع کتاب کا لفظ لفظ بہت کچھ تفصیل طلب ہے۔ ساتھ ہی مباحثات تبویب و اقسام حدیث و تفاصیل رجال و اسناد اور جوابات اعتراضات جدیدہ اور دقائق بخاری وغیرہ وغیرہ ایسے عنوانات ہیں کہ ان سب پر کماحقہ تفصیلات کے لئے آج ایک اور عظیم اردو فتح الباری شرح بخاری کی اشد ضرورت ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اگر علمائے اسلام کی ایک منتخب جماعت اس خدمت پر مامور کی جائے اور ان کے لئے ہر قسم کی آسانیاں مہیا کردی جائیں اور ایک مستقل ادارہ صرف اسی ایک خدمت کے لئے کمربستہ ہو جائے تو ایک مدت مدید کی شبانہ روز کاوشوں کے بعد اردو فتح الباری تیس جلدوں میں مرتب ہو سکے گی۔ جس کی ہر ہر جلد کم سے کم ایک ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہو

گی۔اللہ پاک ہر چیز پر قادر ہے۔کیا مشکل ہے کہ وہ کسی بھی وقت اس عظیم خدمت کے لئے اپنے کچھ پیارے بندوں کو پیدا فرمادے۔میں یہ اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ میں نے اردو داں طبقہ اور نئی نسلوں کے لئے بہت ہی مختصر پیمانے پر اس خدمت کو شروع کیا ہے۔اپنی ہر قسم کی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے بھی میں صرف اس پہلے ہی پارہ کو سینکڑوں صفحات پر پھیلا سکتا تھا۔مگر دیکھا جارہا ہے کہ آج کا تعلیم یافتہ طبقہ موجودہ کشاکش حیات کی وجہ سے کسی طول طویل کتاب کو پڑھنے کے لئے وقت نہیں نکال سکتا۔پھر علمی مباحث خصوصاً دینیات سے جو ذہنی بعد پیدا ہو رہا ہے ان سب کا احساس نہ کرنا موجودہ علمائے اسلام کی ایک خطرناک غلطی ہے۔

بہر حال یہ حقیر خدمت قدر دانوں کے سامنے ہے۔معزز علماء کرام کو اس میں بہت سی خامیاں نظر آسکتی ہیں۔متن اور ترجمہ اور تشریحات میں کچھ مناسب اصلاحات بھی دی جاسکتی ہیں جن کے لئے اپنے معزز علماء کرام کا مشکور ہوتے ہوئے طبع ثانی پر ان کی نگارشات سے استفادہ کر سکوں گا۔

شکریہ :

بڑی ناقدری ہوگی اگر میں یہاں ان جملہ علمائے کرام کا شکریہ نہ ادا کروں جن کی پاکیزہ دعاؤں سے میری بڑی ہمت افزائی ہوئی۔ایسے معزز حضرات میں سے بیشتر کے دعائیہ پیغامات جریدہ نور الایمان میں وقتاً فوقتاً شائع کئے جاچکے ہیں اور بہت سے پیغامات اشاعت میں لائے بھی نہ جاسکے ہیں۔کچھ حسب گنجائش اس اشاعت کے ساتھ دیئے جارہے ہیں ان سب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں' پھر ان جملہ معاونین کرام و مخلصین عظام کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کے مخلصانہ تعاون سے اس عظیم خدمت کو شروع کیا گیا ہے جن میں جریدہ نور الایمان کے اراکین خصوصی و معزز سرپرست حضرات اور جملہ قدر دان خریدار حضرات شامل ہیں۔امید ہے کہ اللہ پاک ان کی اس عظیم خدمت کو قبول فرماکر ضرور ضرور ان سب کے لئے ذریعہ نجات بنائے گا۔اور کتنے سعادت مند مرد و عورتوں و نوجوانوں کو اس کے مطالعہ سے ہدایت فرماکر جملہ معاونین کرام کے لئے اسے صدقہ جاریہ کرے گا۔وما ذلك على الله بعزيز۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وصل وسلم الف الف صلوة على حبيبك الكريم امين يا رب العلمين۔

(امیدوار مغفرت)

ناشر القرآن والسنہ

محمد داؤد راز السلفی ولد عبداللہ سکنہ رہپواہ

تحصیل فیروزپور جھرکہ ضلع گوڑگاؤں' ہریانہ (بھارت)

وارد حال دھلی۔شعبان ۱۳۸۷ھ